کچھ وحی کے بارے میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ العالی نے ایران کے دورہ کے موقع پر چابہار ضلع بلوچستان میں قائم دار العلوم اسلامیہ اہل سنت میں افتتاح بخاری شریف کے موقع پر درس دیا۔ درس کے اختتام پر وہاں کے علماء و مشائخ کو حضرت شیخ الحدیث نے اجازت حدیث بھی مرحمت فرمائی۔ اس مبارک محفل میں جو درس دیا گیا، وہ قارئین وفاق المدارس کی خدمت میں پیش ہے۔

(ادارہ)

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهد الله فلا مضل له، ومن يضلل فلاهادى له، ونشهد ان لا إله الا الله وحده لاشريك له، ونشهد أن سيدنا وشفيعنا، وحبيبنا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه وسلم تسليماً كثيراً. وبالسند المتصل منا إلى الامام الحافظ الحجة، أمير المؤمنين في الحديث أبي عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة بن بردزبة بن بززبة الجعفي البخاري رحمه الله تعالى ونفعنا بعلومه آمين. قال:

"بسم الله الرحمن الرحيم، باب كيف كان بدءُ الوحى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ وقول الله عز وجل: ﴿إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده﴾ وبه قال: حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال: حدثنا يحيى بن سعيد الأنصاري قال: أخبرني محمد بن إبراهيم التيمي أنه سمع علقمة أبا القاسم الليثي يقول: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنيات وانما لامرى مانوىٰ، فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امراة ينكحها فهجرته إلىٰ ماهاجر اليه۔"

جیسا کہ آپ حضرات کو علم ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ترجمۃ الباب اور اس کے ذیل میں جو روایات نقل کی جاتی ہیں ان کے درمیان مناسبت کا مسئلہ بڑا دقیق ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تراجم میں جن دقیق امور کی رعایت فرماتے ہیں اور انہیں امور کی رعایت سے پھر احادیث نقل کرتے ہیں ان کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ دوسری کتب حدیث کے اندر یہ مسئلہ بہت سہل اور آسان ہوتا ہے۔ ترجمۃ الباب بھی واضح ہوتا ہے اور

اس کے ذیل میں جو روایات نقل کی جاتی ہیں ان کی مطابقت بھی ترجمہ کے ساتھ واضح ہوتی ہے، ظاہر ہوتی ہے۔ ترمذی کا بھی یہی حال ہے، اَبوداود کا بھی یہی حال ہے، مسلم کا بھی یہی حال ہے، ابن ماجہ کا بھی یہی حال ہے۔

کچھ غموض امام نسائی کے یہاں البتہ ہوتا ہے لیکن امام بخاری کی نسبت سے وہ بہت کم ہے۔ امام بخاری کے تراجم کا حال یہ ہے۔ کہ بہت سے تراجم ایسے ہیں کہ حضرات شراح نے وہاں حقیری کوشش کی ہے اور احادیث کی ترجمے کے ساتھ مطابقت بیان کرنے کے لیے وہ توجیہ فرماتے ہیں لیکن یقین سے یہ بات اب تک نہیں کہی جاسکتی کہ شراح کی توجیہات کے ذریعے امام بخاری کا مدعا واضح ہوا ہے۔ یا نہیں ہوا۔ بہرحال یہاں جو ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ بدء الوحی کا اس کے ذیل میں چھ روایتیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہیں، ان چھ روایات کے اندر، تیسری روایت البتہ ایسی ہے کہ جس کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے۔ اور اس تیسری روایت کے علاوہ پہلی، دوسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی ان روایات کی مطابقت ترجمۃ الباب کے ساتھ واضح نہیں ہے، حضرات شراح نے اور علماء نے بہت سے توجیہات کی ہیں۔

وہاں زاہدان میں درس کے لیے مجبور کیا گیا اور درس ہوا تھا تو جو متعدد توجیہات وہاں ہم نے بیان کی تھیں آج ان کا اعادہ نہیں کریں گے، آج صرف ایک توجیہ کا ذکر کریں گے۔ توجیہات اور بھی بہت سی ہیں جن کا ذکر کل ہوا تھا وہ بھی ہیں اور جو آج آپ کے سامنے عرض کی جائے گی وہ بھی ہے اور ان کے علاوہ بھی توجیہات ہیں، آج ہم جو توجیہ عرض کریں گے وہ حضرت شیخ الھند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ انہوں نے یہاں ترجمۃ الباب کے درمیان اور حدیث باب کے درمیان توجیہ کے لیے یہ فرمایا ہے۔ یہاں ترجمۃ الباب میں تین الفاظ ہیں۔ ایک لفظ ہے کیف اور ایک لفظ ہے بدء اور ایک لفظ ہے وحی۔ تو حضرت یہ فرماتے ہیں کہ آپ وحی کو بھی متعدد قرار دے دیجئے ایک وحی متلو ہوتی ہے اور ایک وحی غیر متلو ہوتی ہے اس وحی میں آپ متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل کر لیجیے، اس کے بعد پھر ایک لفظ ہے ''بدء'' کا بدایت جو ہوتی ہے وہ زبانی بھی ہوتی ہے، بدایت مکانی بھی ہوتی ہے اور بدایت باعتبارِ احوال بھی ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ وحی کی ابتدا کس جگہ ہوئی؟ یہ بدایت مکانی کا مفہوم ہو جائے گا اور بدایت باعتبار زمان یعنی کس زمانے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی یہ بدایت زمانی کا مفہوم ہو جائے گا اور احوال کے اعتبار سے بدایت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب اللہ تبارک وتعالی نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی تو حالات کیا تھے؟ وہاں احوال کی نوعیت کیا تھی؟ اور کیفیت میں بھی آپ تعمیم کر لیجیے۔ ایک کیفیت باعتبار زمان، ایک کیفیت باعتبار مکان، ایک کیفیت باعتبار احوال، زمانے کے اعتبار سے کیفیت قرار دیجیے یا مکان کے اعتبار سے کیفیت قرار دیجیے، یا حوال کے اعتبار سے، تو ان تین الفاظ (کیف، بدء اور وحی) میں جب آپ تعمیم کریں گے تو پھر اس کی تطبیق ترجمۃ الباب کے ساتھ بالکل واضح ہو جائے گی پھر اس میں کوئی خفا باقی نہیں رہے گا اور اس میں کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہے گا میں مختصراً آپ کے سامنے عرض کروں گا، مثال کے طور پر پہلی حدیث نقل کی گئی ہے۔ إنما الأعمال بالنیات وإنما لامری مانوی۔ اب ظاہر

ہے کہ:"إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرى مانوى" کے اندر کوئی وحی کا ذکر نہیں ہے۔اور جب وحی کا کوئی ذکر نہیں ہے تو ترجمۃ الباب کے ساتھ اس کی مطابقت کیسے ہوگی؟

تو آپ کہیے بھائی! وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو ہوتی ہے اور ایک غیر متلو ہوتی ہے تو یہاں غیر متلو وحی بیان کی گئی ہے لہذا ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت قائم ہو جائے گی۔ بہت سے مباحث یہاں اور بھی ہیں ہم ان سب کا احاطہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے مختصر بات آپ سے کرنی ہے۔

اب دوسری حدیث ہے اس میں حضرت حارث بن ہشام ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے یہ سوال کیا ہے کیف یأتيك الوحي؟ وحی کے آنے کی شکل کیا ہوتی ہے۔تو آپ نے فرمایا: "أحياناً يأتيني مثل سلسلة الجرس وهو أشده على فيفصم عني وقد وعيت عنهم" اور اس کے بعد ہے"قال: وأحيانا يتمثل لي الملك رجلاً فيكلمني فاعي مايقول" اب آپ دیکھ لیجیے کہ یہاں کیفیت نزول وحی کا ذکر ہے۔کیفیت اور کیف کا لفظ تھا اور اس کے اندر تعمیم تھی تو اسی طرح وحی کے اندر بھی تعمیم تھی تو یہاں وحی جو متلو ہے اس کے نزول کی کیفیت کے متعلق سوال کیا گیا ہے اور آپ نے اس کی یہاں دو شکلیں بیان کیں۔اب یہ ایک اور علیحدہ مسئلہ ہے کہ وحی کے نزول کی کتنی شکلیں ہوتی ہیں اور یہاں حدیث کے اندر جو دو شکلیں بیان کی گئی ہیں وہ ان تمام کو شامل ہیں یا نہیں؟ وہ بحث اس وقت پیش نظر نہیں ہے، آپ نے فرمایا کبھی تو وحی آتی ہے گھنٹی کی آواز کی طرح اور یہ شکل وحی کی میرے لیے نہایت شاق ہوتی ہے اور وحی کا نزول جب ہوتا ہے تو مشقت تو ہوتی ہے، یہی روایت میں موجود ہے...... کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ سخت سردی کا موسم ہوتا تھا اور اس طریقے پر جب وحی آتی تھی۔تو پسینے کی رو آپ کے چہرے سے ٹپ ٹپ، ٹپ ٹپ گرنا شروع ہو جاتی تھی۔ یہاں روایت میں ہے کہ ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم شديد البرد فيفصم عنه ، وان جبينه ليفصد عرقاً. جیسے فصد (پچھنے لگوانا) کھولی جاتی ہے۔اور اس میں سے خون بہنا شروع ہوتا ہے اسی طریقے سے وہ پسینہ نہایت تیزی کے ساتھ آپ کی پیشانی سے بہنے لگتا تھا۔اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ یہ جو گھنٹی کی آواز کا آپ نے ذکر کیا ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟

تو اس کا ایک مطلب تو بہت سادہ اور سیدھا ہے وہ یہ کہ جیسے آپ کے پاس ٹیلی فون ہوتا ہے۔اس میں گھنٹی بجتی ہے وہ آپ کو خبردار کرتی ہے کہ پیغام آنے والا ہے۔اس کو سننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آواز محسوس ہوتی تھی جس سے آپ یہ سمجھتے تھے کہ اب وحی آنے والی ہے اور اس کے اُخذ...... کے لیے آپ تیار ہو جاتے تھے۔ایک بات تو یہ کہی گئی ہے۔

ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اصل میں یہ فرشتے...... کے پروں کی آواز تھی۔فرشتہ آتا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ تو اڑ کر آ رہا ہے، حضرت جبریل کے لیے ست مائۃ جناح کا ذکر حدیث میں موجود ہے تو ان پروں کی آواز ہوتی تھی، بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ایسا ہوتا ہے جیسے آپ نے ریل میں دیکھا ہوگا کہ اسٹیشن پر آپ کھڑے ہیں اور ریل چلی آ رہی ہے اور ریل

کی گڑگڑاہٹ کی آواز دور سے محسوس ہونے لگتی ہے۔تو اسی طریقے سے فرشتے کی آواز کو آپ محسوس کرتے تھے اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی آواز ہے...... جس کو جبریل امین کے ذریعے سے آپ کے پاس بھیجا جارہا ہے......امام بخاری رحمہ اللہ کی صوت کے قائل ہیں" کتاب التوحید" میں انہوں نے باقاعدہ اس کو ثابت کیا ہے۔

تو محققین کی رائے بھی یہی ہے اگر چہ بعض حضرات نے اللہ تبارک وتعالی کے لیے صوت کا انکار ہے لیکن یہ بخاری کی رائے کے بھی خلاف ہے اور محققین کی تحقیق کے بھی خلاف ہے اس کے بعد م آگے ہے کہ جب گھنٹی کی آواز کی طرح آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو اس میں مشقت ہوتی تھی......اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ انسانی شکل میں جبریل آتے تھے اور وہ آپ سے گفتگو کے ذریعے سے وحی پہنچاتے تھے تو اس وقت مشقت نہیں ہوتی تھی اس کے بعد تیسری روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ کی اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ابتداء ہوئی ہے رویا صالحہ سے،حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیع الاول سے رمضان تک رویا صادقہ اور رویا صالحہ نظر آئے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ شجر اور حجر جب آپ ان کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر مخاطب بھی کیا کرتے تھے۔

تو یہ گویا نزول وحی کی ابتدائی کیفیت کا ذکر آ گیا ہے کہ اس میں اس طرح کیفیت ہوتی تھی۔اس کے بعد جب یہ رویا صالحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ کے قلب میں شوق پیدا ہوا خلوت گزینی کا اور آپ کو اس بات کی طرف توجہ ہوئی کہ میں خلوت اختیار کروں تو غارِ حراء کے اندر خلوت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور ذکر و مراقبہ میں آپ وہاں کافی وقت گزارتے تھے اور جب توشہ ختم ہو جاتا تھا تو گھر تشریف لایا کرتے تھے،حضرت خدیجہ خود آپ کے پاس توشہ پہنچایا کرتی تھیں، یہ ساری صورتیں ہوتی تھیں اسی دوران آپ غار کے اندر موجود تھے کہ جناب ایک روز جاء الحق اور وہ بھی غار حراء میں حق آ گیا آپ کے پیے وحی آ گئی، چوں کہ اس کے بعد ہے فجاءہ الملک،حق آ گیا،یعنی جس حق کی تمہید چھ مہینے سے جاری تھی اور جس کی تیاری کے لیے آپ نے خلوت کو بھی اختیار فرمایا تھا وہ ابہام ختم ہوگیا اور اب حق صراحت کے ساتھ آپ کے سامنے فرشتے کے ذریعے سے ہے،فرشتے نے آ کر کہا۔اقرأ آپ نے فرمایا ما انا بقاری آپ فرماتے ہیں فأخذني فرشتے نے مجھے پکڑا فغطني اور دبایا حتی بلغ مني الجهد یہاں تک کہ میری مشقت انتہا کو پہنچ گئی اور ثم ارسلني پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقرأ میں نے کہا ما انا بقاری۔ فاخذني پھر اس نے دوبارہ مجھے پکڑا فغطني الثانية اور دوبارہ مجھے دبوچا......حتى بلغ مني الجهد، یہاں تک کہ میری مشقت انتہا کو پہنچ گئی ثم ارسلني پھر چھوڑ دیا اور کہا اقرا فقلت ما انا بقاری قال فأخذني فغطني الثالثة تیسری مرتبہ پھر انہوں نے سینے سے لگا کر دبایا ثم ارسلني اور پھر چھوڑ دیا اور فقال اقرا اور کہا کہ ﴿اقرأ باسم ربك الذي خلق، خلق الإنسان من علق اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم، علم الإنسان مالم يعلم﴾ اس کو پڑھنے کے لیے کہا اور آپ نے پڑھ لیا حتى بلغ مني الجهد کے اندر چار صورتیں ہوتی ہیں وہ اساتذہ آپ کو بتائیں گے مجھے تو یہ بتانا ہے کہ آپ تو افصح العرب والعجم ہیں اور فرشتہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ پڑھیے تو پھر آپ ما انا بقاری کیوں کہہ رہے ہیں؟ فرشتہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ آپ پڑھیے۔صحیح اور سچی

بات یہ ہے کہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ میرے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈالی جارہی ہے اور میں اس ذمہ داری کو ادا کرسکوں گا یا نہیں کرسکوں گا یہ بہت مشکل بات ہے۔اس لیے آپ نے انکار کردیا یعنی ضعیف روایات میں یہ بھی ہے۔

ایک (حریر) تھا، ریشمی کپڑا تھا، اس پر آیت لکھی ہوئی تھی، وہ آپ کو دکھائی اس طرح کی توجیہات اور بھی بہت سی ہیں۔لیکن ہمیں جو چیز پسند ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا احساس ہوگیا کہ کون سی ذمہ داری مجھ پر ڈالی جارہی ہے۔اور اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے کن کن مشکلات سے اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑے گا تو اس لیے آپ نے انکار کردیا اس کے بعد پھر یہ ہوا کہ حضرت جبرئیل نے آپ کو دبوچا، دبایا، ایک مرتبہ دبا کر کہا پڑھو، دوبارہ دبایا اور کہا پڑھو، تیسری مرتبہ دبایا اور اس کے بعد پھر پڑھنے کے لیے کہا۔تو آپ نے پڑھ لیا تو یہ کیوں ہوا؟

اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ہے کہ قال: ماأنا بقاری لیتخلی عن بشریة ویترقی فی روحانیته ویتهیأ لأخذ القرآن، ولأخذ الوحي ،آپ بشر تو ہیں نا اور جبریل امین بشر نہیں ہیں۔روحانیت ہی روحانیت ہے تو اب استفادے کے لیے مناسبت تو ہونی چاہیے۔اس مناسبت کو پیدا کرنے کے لیے جبریل امین نے آپ کو دبایا اور دبانے سے آپ کی بشریت پر روحانیت کو غالب کیا۔یہ تو نہیں ہوسکتا تھا کہ بشریت بالکل ختم ہوجائے۔بشریت کو مغلوب کیا اور روحانیت کو غالب کیا اور جب روحانیت ایک مرتبہ میں غالب نہیں ہوئی اور بشریت مغلوب نہیں ہوئی اس کے لیے تین مرتبہ عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ کے لیے وحی کو اخذ اور اس کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، ایک بات۔دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی حقیقت منکشف نہیں تھی۔آپ یہ محسوس فرمارہے تھے کہ میں اتنے بڑے کام کا اہل نہیں ہوں اور میرے اور پر اتنی بڑی ذمہ داری نہ ڈالی جائے۔اگر یہ کام میرے سپرد کیا گیا تو میں چوں کہ اس کا اہل نہیں ہوں اس لیے انجام نہیں دے سکوں گا۔

جبریل امین نے تین مرتبہ دبا کر آپ پر اپنی اہلیت کو منکشف کیا اور آپ پر اس بات کو واضح کیا کہ نہیں! اللہ تبارک وتعالی نے اس امر کی آپ میں پوری پوری اہلیت رکھی ہے۔آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں اور آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں اس کے فرائض کو انجام نہیں دے سکوں گا۔تو گویا آپ یہ خیال فرمارہے تھے میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔اور جبریل امین آپ کو دبا کر اس طرف متوجہ فرمارہے تھے کہ نہیں۔آپ کے اندر اللہ نے اہلیت رکھی ہے، آپ سے کام لینا ہے اور آپ اس کے یقیناً اہل ہیں تو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے یعنی غلبہ عبدیت۔

آپ کا خیال یہ تھا کہ میں اپنی عبدیت کی موجودہ کیفیت میں اس کام کا اہل نہیں ہوں تو جبریل امین نے دبا کر آپ کو اس کا یقین دلایا کہ نہیں آپ اہل ہیں اور ایک حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ للہ علیہ نے توجیہ کی ہے کہ یہ توجہ اتحادی تھی۔اور انہوں نے ایک قصہ بھی نقل کیا ہے۔آپ نے کتابوں میں پڑھا ہوگا۔تو یہاں توجہ اتحادی ہے۔توجہ اتحادی کا مطلب قریب قریب وہی ہے کہ آپ کی روحانیت کو بشریت پر غالب کرنا مقصود تھا۔تاکہ استفادہ جبریل امین سے آپ کرسکیں۔تو یہ ہوگیا صاحب! تو اس روایت کے اندر ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت مکمل موجود ہے۔

اس کے بعد پھر اور مباحث آئیں گے، اس کے بعد چوتھی روایت ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت بڑی مشقت محسوس فرمایا کرتے تھے اور یہ مشقت اس لیے فرماتے تھے کہ جبریل امین کے ساتھ پڑھنے کی کوشش بھی کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو محفوظ رکھنے کی بھی سعی فرماتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم کو سمجھنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ اب جبریل امین تو فرشتہ ہے اور نورانی مخلوق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں تو اس واسطے آپ جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھنے پر قادر نہیں تھے اس میں مشکل ہوتی تھی۔ یعنی ان کی قرات میں جو روانی تھی وہ آپ کی قرات میں نہیں تھی اور یہ فرق اس لیے تھا کہ وہ ملک ہیں اور آپ بشر ہیں اور بشر اور ملک میں مساوات نہیں ہو سکتی یا تو اس لیے کہ ایک تو ساتھ ساتھ پڑھنے میں مشکل ہوتی ہے دوسرا، عرض کیا کہ مشکل کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس کو یاد بھی رکھنے کی کوشش کرتے تھے کہ ذہن سے غائب نہ ہو جائے اور پھر اس کے مفہوم کو ذہن میں رکھنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ آپ اس کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور بعد میں پھر لوگوں کو سمجھائیں تو قرآن نے فرمایا: ﴿لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علينا بيانه﴾ ساری چیزوں کی تسلی کرادی۔ آپ کے سینے میں ہم محفوظ بھی کر دیں گے اور آپ کی زبان سے بعد میں اس کی قرات بھی کرا دیں گے اور آپ کے ذریعے سے اس کے معانی اور مضامین کا بیان بھی ہو جائے گا، لہٰذا آپ ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش نہ کریں، خاموشی سے سنتے رہا کریں۔ تو یہ حدیث ابتدائے نزول وحی کے زمانے کی حالت پر منطبق ہوتی ہے کہ کیفیت یہ تھی کہ آپ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ساتھ ساتھ پڑھنے کی زحمت نہ فرمایا کریں، اس کے بعد میں پھر پانچویں حدیث ہے اور اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود الناس، وكان اجودما يكون فى رمضان حين يلقاه جبريل، وكان يلقاه فى كل ليلة من رمضان ويدارسه القرآن" یہاں خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا دور کرنے کے لیے جبریل امین رمضان المبارک میں آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ تو یہ قرآن کریم کے دور کے لیے رمضان المبارک کی تخصیص اس لیے تھی کہ نزول قرآن کا وقت بعد میں نصوص صریحہ سے ماہِ رمضان المبارک ہونا ثابت ہے تو نزول قرآن کے اور نزول وحی کے زمانے کی طرف اس روایت میں واضح اشارہ موجود ہے، اب یہ اور بات ہے کہ ما نزل کا دور ہوتا تھا۔

ایک قول یہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں جو حصہ نازل ہو چکا تھا اس کا بھی دور ہوتا تھا۔ اور جو حصہ نازل نہیں ہوا تھا اس کا بھی دور ہوتا تھا اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ بھائی جو حصہ نازل ہو چکا ہے وہ تو آپ کو یاد ہے اس کا دور تو ہو سکتا ہے لیکن جو حصہ نازل نہیں ہوا اس کا دور کیسے ہوگا؟ تو یہ کوئی اشکال کی بات نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق حافظ ابن حجر نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ تشریف لے گئے، وہاں شہرت بام عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور ایسے لوگوں سے حسد کرنے والوں کی بھی کچھ کمی نہیں ہوتی تو وہاں کے لوگوں نے یہ پروگرام بنایا کہ یہ بخاری یہاں آ رہے ہیں۔ ان کا امتحان لیں گے تو دس آدمی مقرر کیے، ایک آدمی کو دس حدیثیں یاد کرائیں اور سند میں بھی تبدیلی کر دی، متن میں بھی تبدیلی

کردی دوسرے کواور دس اسی طرح یاد کرائیں سند میں بھی تبدیلی کردی، متن میں بھی تبدیلی کردی، دس دس حدیثیں دس آدمیوں کو دیں تو کل سو ہوگئیں، اب امام بخاری آئے اور درس کے لیے بیٹھے تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی ان دس حدیثوں میں سے ایک ایک حدیث امام بخاری کے سامنے پیش کی۔ کہ آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو امام بخاری ہرایک کے جواب میں لا أعرف لا أعرف لا أعرف کہتے رہے، وہ لوگ تو سمجھ گئے کہ قابو میں نہیں آرہے لیکن یہ کہ جہلاء یہ کہہ رہے تھے کہ یہ ایک حدیث کو بھی نہیں جانتے، یہ کیسے بخاری ہیں؟

تو حافظ صاحب کہتے ہیں کہ دس آدمیوں نے سو حدیثیں پیش کیں امام بخاریؒ نے جب وہ سو ختم ہوگئیں تو پہلے آدمی کو مخاطب کیا اور اس سے کہا تم نے نمبر ایک یہ حدیث بیان کی تھی، نمبر دو یہ بیان کی تھی، نمبر تین یہ بیان کی تھی۔ اس کی دس حدیثیں اسی ترتیب سے، جس ترتیب سے اس نے ذکر کی تھیں اسی ترتیب سے ذکر کیں اور سند کو بھی صحیح کر کے بیان کیا اور متن کو بھی صحیح کر کے بیان کیا تو حافظ صاحب کہتے ہیں، اس پر تو کوئی تعجب کی بات نہیں امام بخاری کا فن تھا وہ اسانید پر بھی حاوی تھے متون پر بھی حاوی تھے۔ اگر وہ غلط سند کو صحیح کر کے بتاتے، وہ غلط متن کی تصحیح کر کے بتادیتے تو یہ ان کے لیے کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ فرماتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ اس آدمی کی پیش کردہ دس حدیثوں کو اسی ترتیب سے بیان کیا جس ترتیب سے اس نے غلط بیان کی تھیں۔ یہاں تک کہ سو حدیثیں اسی ترتیب سے امام بخاری نے لوٹادیں۔ تو یہ حافظہ اللہ تبارک وتعالی نے امام بخاری رحمہ اللہ کو دیا تھا اور بہت سے محدثین ہیں جن کو لاکھوں حدیثیں سند اور متن کے ساتھ جرح اور تعدیل کے ساتھ یاد ہیں۔ آپ کو تعجب ہوگا ہمارے زمانے میں دارالعلوم میں ایک طالب علم تھا۔ اور آعظم گڑھ کا رہنے والا تھا۔ ہمارا ساتھی تھا اس کا کمال یہ تھا کہ آپ ایک صفحے کی عبارت لکھ کر اس کو دے دیں اور اس کو کہیں کہ یہ دیکھو! وہ ایک مرتبہ اس کو پڑھتا تھا پھر وہ کاغذ آپ کے ہاتھ میں تھماتا تھا کہ سنو! تو اللہ تبارک وتعالی نے چوں کہ ان حضرات سے کام لینا تھا اس لیے یہ صلاحیت عطا کی تو اللہ نے رسول کو یہ صلاحیت نہیں دی؟؟ وحی کس کو کہتے ہیں الإشارة السريعة یا الإشارة الخفية وہ مخفی بھی ہوتی ہے صحابہ بیٹھے رہتے تھے پتہ ہی نہیں چلتا تھا ان کو کہ جبریل کیا وحی لے کے آئے ہیں؟ کئی کئی رکوع ایک وقت میں نازل ہوتے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں ان کو بیان کیا کرتے تھے، یہاں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مانزل کا دور تو آپ کی سمجھ میں آ گیا اور مالم ینزل جس کا نزول نہیں ہوا اس کا دور کیسے ہوتا تھا؟ وہ اس طرح ہوتا تھا کہ پہلے جبریل پڑھتے تھے اور بعد میں آپ کو سننے سے وہ یاد ہو جاتا تھا۔ آپ دوبارہ اس کو پڑھ دیا کرتے تھے یاد ہو ہی جاتا تھا پھر یہ ہے کہ بعد میں جو نازل شدہ ہے اور جو نازل شدہ نہیں ہے وہ بعد میں یاد نہیں رہتا تھا میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں نزول وحی کا بیان ہے۔

اور اس کے بعد میں آخری روایت ہے وہی طویل روایت ہے جس میں ہرقل کے دربار میں آپ کا دعوت نامہ پہنچا ہے اور اس دعوت نامہ کے پہنچنے پر اس نے معلوم کیا ہے کہ یہ خط کس کا ہے؟ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ عرب کے ایک شخص نے بھیجا ہے تو اس نے آپ کے احوال کی تحقیق کرنے کے لیے یہ کہا کہ کہ اگر عرب کا کوئی قافلہ تجارت کی غرض سے یہاں ملکِ شام آیا ہوا ہو تو اس کو بلاؤ تو ابوسفیان کو ان کے بیس ساتھیوں کے ساتھ طلب کیا گیا اور اس میں پھر

ہرقل نے آپ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات کیے اور ابوسفیان نے ان سوالات کا جواب دیا اور پھر ہرقل نے ان جوابات پر تبصرہ کیا تو اس تبصرے سے یہ معلوم ہوا کہ ہرقل جو کہ عالم تھا اہل کتاب کا، وہ آپ کی تصدیق کر رہا ہے اور ابوسفیان جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے اور اسلام کے بدترین دشمن تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات جو بیان کیے ہرقل کے سوالات کے جواب میں تو اس سے بھی آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔

تو ایک آپ کا بدترین دشمن آپ کے حالات پر تبصرہ کر رہا ہے اور آپ کی تعریف کر رہا ہے اور ایک عالم اہل کتاب کا وہ آپ کے احوال کو سن کر نبوت کی تصدیق کر رہا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کے ذریعے سے ایک تو یہ بات بتائی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مبعوث ہوئے تو حالات کیا تھے؟ حالات یہ تھے۔ یہاں روایت کے اندر موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ آپ کے اوپر ایمان لانے کے لیے کسی طرح تیار نہیں تھے۔ ایک تو یہ بات معلوم ہوئی، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ کی اس وحی کے ذریعے سے وہاں انقلاب آیا ہے۔ اس کا بھی ذکر ہے یہاں ابوسفیان یہ کہتے ہیں کہ بھائی! جب ہرقل نے جب ان تاثرات کا اظہار کیا تو میں سمجھ گیا کہ یہ غالب آنے والے ہیں اور چناں چہ واقعہ یہی ہوا کہ وہ غالب آگئے اور مجھے اسلام کی دولت نصیب ہوگئی تو اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ موحیٰ الیہ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے حالات کیا ہیں دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ جس زمانے میں آپ پر وحی آئی ہے اس وقت کے حالات کیا تھے؟ وہ وحی کی تائید میں نہیں تھے وہ وحی کی مخالفت میں تھے اور پوری شدت کے ساتھ، اس لیے آپ کو ہجرت کرنی پڑی اور ہجرت کرنے کے بعد روایت میں موجود ہے کہ جنگ ہوتی ہے بدر کا واقعہ پیش آیا۔ احد کا واقعہ پیش آیا۔ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعات پیش آچکے ہیں اور ان واقعات کے اندر مشرکین مکہ نے آپ کے تعاقب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس کے باوجود اللہ نے وحی کو غالب کیا وہ لوگ اسلام کے اندر داخل ہوگئے تو آپ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے گویا موحیٰ الیہ اور اس وقت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے کہ لوگوں نے عداوت کے اندر کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی نے جن کمالات سے سرفراز فرمایا تھا دشمن بھی اس کے قائل تھے اور اہل کتاب کے علماء بھی اس کے قائل تھے دونوں کے دونوں یہ تسلیم کرتے تھے کہ واقعۃً یہ اللہ کے رسول ہیں۔

لہٰذا اس آخری روایت کا تعلق اور ربط بھی ترجمۃ الباب سے اچھی طرح واضح ہوگیا۔

وصلی اللہ وسلم علی رسولہ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین.

اس سبق کے اختتام پر حلقۂ درس میں موجود علما ومشائخ اور طلبۂ دورہ حدیث نے اجازت حدیث کی درخواست کی، جو حضرت نے قبول فرمائی اور ان تمام علما ومشائخ اور طلبہ دورۂ حدیث کو اپنی جمیع مرویات کی اجازت عالیہ مرحمت فرمائیں، جس پر ان سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ ☆......☆